خواتینِ اسلام کی بہادری

از

سید سلیمان ندوی

خواتینِ اسلام کی بہادری

از

سید سلیمان ندوی

ناشر

عثمانیہ بیت الاشاعت

جوہری بلڈنگ حیدرآباد دکن

سنہ ۱۳۶۴ھ

تعداد طبع — ایک ہزار

قیمت — ۱۰ر

باہتمام

جناب شاہد غیاث قادری صاحب

مطبع معین پریس بازار [illegible] میں طبع ہو کر عثمانیہ بیت الاشاعت سے شایع ہوئی

"یوسف زلیخا"

لباس نو میں

از

عبدالقیوم خاں باقی ایم۔ اے

استاد ادبیات اردو جامعہ عثمانیہ

حضرت یوسف جیسے پارسا نوجوان کی زندگی کا عبرت خیز واقعہ غنائی لباس میں، ملک کے مشہور ادیب اور شاعر حضرت عبدالقیوم خاں صاحب باقی پروفیسر جامعہ عثمانیہ کا شاہکار ہے جس میں حضرت یوسف کے دور کی مصری زندگی اور تہذیب کا حقیقی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس مقدس اور قدیم داستان کو جدید نظم میں پڑھیئے۔ اور حقایق کا لطف اٹھائیے

عثمانیہ بیت الاشاعت

حیدرآباد دکن

دیگر زیر طبع کتب

(۱) "نورنگ" ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں کے معیاری اور اعلیٰ افسانوں کا حسین مجموعہ۔ ہر افسانہ نگار نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو "نورنگ" کے ذریعہ آپ کے دل میں سمو دے

(۲) "روپ ساگر" از وفا دکنی۔ یہ وفا دکنی کے ہندی کلام کا مجموعہ ہے جسے پڑھکر آپ یہ محسوس کرینگے کہ کالیداس اور کبیر داس ابھی زندہ ہیں۔

(۳) "صبح و شام" از صفی الدین صدیقی۔ یہ افسانے ان ٹوٹے دلوں کی آہیں ہیں جو غم میں بھی مسکرانا چاہتے ہیں۔ اور زندگی کے کٹھن راستوں پر آپ کا ساتھ دینے کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتے ہیں۔

(۴) "لرزاں سائے" از شاہ غیاث قادری۔ "لرزاں سائے" کے مطالعہ کے بعد آپ کے دل و دماغ دونوں پکار اٹھیں گے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

عثمانیہ بیت الاشاعت حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان عورتوں کی بہادری

یورپ کے گولڈن ڈیڈس میں سب سے زرین کارنامہ ایک بہادر عورت کا واقعہ ہے جس نے موقع جنگ پر نپولین کے مقابلہ میں ایک سپاہی کا کام انجام دیا تھا۔ ۱۸۰۸ء میں جب نپولین بونا پارٹ پرتگال کی مہم سر کر چکا تو اپنے بھائی جوزف کو یہاں اپنا قائم مقام چھوڑ کر اسپین کی طرف بڑھا، دارالسلطنت آرگان کے شہر زرگوزا (سرقوسہ) میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اسپین نے جنگی طاقت کے علاوہ قومی جوش سے بھی اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا، تمام ملک "یا وطن اور قوم کی جے" پکاری جانے لگی، اور ہر شخص اپنے ملک پر جان فدا کرنے پر مستعد ہو گیا، اس موقع پر جنس انسانی کے ایک کمزور اور نازک طبقہ نے بھی حتی الامکان وطن کے لئے جان فروشی کی۔

عورتوں اور ضعیف بچوں کی سرفروشی اور کیا ہو سکتی تھی؟ انھوں نے مجروح سپاہیوں کی خدمت کی، کونٹسٹ بیوریٹا نے عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت ترتیب دی جن کے متعلق یہ خدمت سپرد کی کہ موقع جنگ پر سپاہیوں کو کھانا پہونچائیں۔ زخمی سپاہیوں کو میدان کارزار سے اٹھا لائیں۔ انکی تیمارداری کریں، ان کی مرہم پٹی کریں، اسی جنگی تاریخ کا ایک پر فخر واقعہ یہ ہے کہ

اگسٹینا زراگوزا ایک دن ایک سپاہی کا کھانا لئے جاتی تھی کہ اثنائے راہ میں ایک خوفناک سین اس کو نظر آیا' عین معرکہ میں ایک گولہ انداز سپاہی کو گولی لگی اور وہ گر گیا' دوسرے سپاہی کھڑے ہیں اور ہمت کرتے ہیں کہ مقتول سپاہی کی جگہ کھڑے ہو کر دشمن کو ادہر آنے سے روکیں' مگر بندوق کی گولیاں ان زوروں سے برس رہی تھیں کہ آگے بڑھتے ہوئے لوگوں کے قدم ڈگ رہے تھے بہادر اگسٹینا دوڑ کر مقتول سپاہی کی جگہ پر پہونچی' اور اس توپ میں جسکو مقتول سپاہی نے ٹھیک دشمنوں کے نشانے پر رکھا تھا دیا سلائی لگادی اور اخیر معرکہ تک اس کا دست ہمت شل نہ ہوا اور برابر کام کرتی رہی۔

اختتام جنگ پر اگسٹینا کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کی طرف سے یہ خدمت ادا کی جس کی مردہ لاش توپ کے پیچھے پڑی تھی' ملک و قوم نے اگسٹینا کی اس خدمت کو اس نگاہ عزت سے دیکھا کہ جبتک وہ زندہ رہی' سلطنت سے اس کو وظیفہ ملتا رہا۔ یوریین ارباب قلم نے گولڈن ڈیڈس کے سب سے قیمتی اور قابل عزت سلسلۂ واقعات میں اس کا ذکر کیا۔

جان آف آرک یورپ کی ایک بہادر عورت تھی جس نے مردانہ لباس پہنکر بطور سپہ سالار کے ۱۴۲۸ء میں آرلینس کا محاصرہ کیا' پیٹے کی لڑائی میں انگریزوں کو شکست دی اور چارلس ہفتم کو تخت پر بٹھایا' ۱۴۳۱ء میں اس جرم پر کہ اس میں یہ مافوق الفطرت قوت بزور سحر ہے جلادی گئی' جان کے کارناموں کی انتہائے شہرت یہ ہے کہ اسکول کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے اور اب ۱۹۲۰ء میں یورپ نے اس کے ولید ہونے کو تسلیم کر لیا۔

اس کے مقابلہ میں ہماری قومی تاریخوں میں اس قسم کے بیسیوں واقعات

ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے کان ان سے آشنا نہیں ہیں اور افسوس ہے کہ نہیں ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی عرب میں یہ دستور تھا کہ معرکہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک رہتی تھیں، عورتوں اور بچوں کی جماعت صفِ جنگ سے پیچھے رہتی تھی، ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ مجروح سپاہیوں کی تیمارداری کریں، گھوڑوں کی خدمت کریں، اپنے بہادر شوہروں کو آرام پہونچائیں، اسلاف کے تاریخی کارناموں کے رجز سے جوش پیدا کریں، غنیم کے مقتول سپاہیوں کے ہتھیار کھول لیں، بھاگتوں کو گرفتار کریں اور قیدیوں کی حفاظت کریں۔

عرب کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم فخر کے لہجہ میں کہتا ہے۔

علی آثارنا بیض حسان — نحاذر ان تقسم او تہونا

ہماری صف کی پیچھے حسین گوری عورتیں — ہیں ہمکو برابر ڈر رہتا ہے کہ انکی اہانت نہو۔

اخذن علی بعولتہن عہدا — اذا لاقوا کتائب معلمینا

اور دشمن اپنے قبضہ نہ پائیں ان عورتوں نے — میدان قتال میں جانبازی کا اپنے شوہروں سے

لیستلبن افراسا وبیضا — واسری فی الحبال مقرنینا

عہد لے لیا ہے وہ ہمارے ساتھ اسلئے رہتی ہیں — تاکہ دشمنوں کے گھوڑے اور ہتھیار چھین لیں اور دشمنوں کو

ظعائن من بنی جشم بن بکر — خلطن بمیسم حسبا ودینا

گرفتار کر لیں یہ جشم بن بکر کے خاندان کی — عورتیں ہیں جنہیں حسن کے ساتھ نازاں عزت

یقتن جیادنا ویقلن لستم — بعولتنا اذا لم تمنعونا

اور جب بھی ہمارے گھوڑوں کی خدمت کرتی ہیں اور ان کا قول ہے کہ اگر تم ہمیں دشمنوں سے نہ بچا سکو تو تم ہمارے شوہر نہیں

اسلام میں بھی یہ قدیم دستور قائم رہا جہاد میں برابر مردوں کے ساتھ ... عورتیں

شریک رہتی تھیں، بخاری میں ہے کہ غزوۂ احد میں ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھ سے مشک بھر بھر کر زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں، ان کے ساتھ ام سلیمؓ اور ام سلیطؓ۔ دو اور صحابیہ بھی اس خدمت میں شریک تھیں۔

محدث ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں فوج کے ساتھ چھ عورتیں بھی مدینہ سے چلی تھیں رسول اللہؐ کو اس کی خبر نہ تھی، جب معلوم ہوا تو، رسول اللہؐ نے غضب و نفرت کے لہجہ میں ان سے فرمایا کہ تم کو کس نے فوج کے ساتھ آنے کی اجازت دی ان عورتوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! ہمارے ساتھ دوائیں ہیں ہم زخمیوں کو مرہم لگائیں گے، بدن سے تیر نکالیں گے، کھانے کا انتظام کریں گے، آپ نے فرمایا خیر ٹھہرو، جب خیبر فتح ہوا، تو اور سپاہیوں کے ساتھ ان عورتوں کو بھی رسول اللہؐ نے مال غنیمت سے حصہ دیا[1]، ام سلیم اور انصار کی چند عورتیں انھیں خدمات کے لئے اکثر غزوں میں شریک رہی ہیں[2]، ربیع بنت معوذ اور عورتوں نے شہداء اور مجروحین کو احد کے میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ لانے کی خدمت انجام دی تھی[3]، ام رفیدہ صحابیہ کا ایک خیمہ تھا جس میں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں[4]،

ام زیاد اشجعیہ اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوۂ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی، وہ میدان سے تیر اٹھا کر لاتی تھیں، اور

[1] ابوداؤد فتح خیبر [2] ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، [3] بخاری کتاب الطب، [4] ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۷۰،

سپاہیوں کو ستو پلاتی تھیں[1]، حضرت ام عطیہ نے سات غزوات میں صحابہ کے لئے کھانا پکایا تھا[2]،

ابن جریر طبری ایک موقع پر لکھتا ہے، کہ مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کر کے صف سے پیچھے ڈال دیا، اور جو لوگ مقتولین کی تجہیز و تکفین کے لئے متعین تھے وہ مجروحین کو عورتوں کے سپرد کرتے اور جو شہدا ہوتے ان کو دفن کر دیتے، اغواث اور ارماث کی لڑائیوں میں جو فتح قادسیہ کے سلسلہ میں لڑی گئی تھیں، عورتیں، اور بچے قبر کھودتے تھے[3]،

قادسیہ کی لڑائی کا واقعہ ایک عورت جو موقع جنگ پر موجود تھی اس طرح بیان کرتی ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تو ہم اپنے کپڑے کس کس کر رزمگاہ کی طرف چلے، ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں میدان میں جہاں کوئی مسلمان مجروح سپاہی نظر آیا اس کو اٹھا لیا[4]۔

مذکورۂ بالا واقعات سے مذہبی ولولہ، قومی ہمدردی، اور بہادری کے علاوہ ان خدمات کی بھی تفصیل معلوم ہوتی ہے، جو لڑائیوں میں عورتوں کے متعلق تھیں،

(۱) زخمیوں کو پانی پلانا،

---

[1] صحیح مسلم جز ۲ صفحہ ۱۰۵، [3] طبری مطبوعہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰۰،
[2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۳۲۳، [4] طبری مطبوعہ یورپ جلد ۱ صفحہ ۲۳

(۲) فوج کے کھانے کا انتظام،
(۳) قبر کھودنا؛
(۴) مجروح سپاہیوں کو معرکۂ جنگ سے اٹھالانا،
(۵) زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرنا،
(۶) ضرورت کے وقت فوج کو ہمت دلانا اور ان کی امداد کرنا۔

قرون اول کی تمام لڑائیوں کا مرقع ایک ایک کر کے تم اپنے سامنے رکھو عموماً صف جنگ کے پیچھے تم عورتوں کو اپنے ادائے فرض میں مشغول پاؤ گے، مسلمان عورتوں کی سب سے آخری خدمت کے متعلق تفصیلی واقعات کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کا یہ کمزور طبقہ اس نازک خدمت کو کس خوبی سے انجام دیتا تھا،

حضرت انس بن مالک، خادم رسول اللہ صلعم کی والدہ ام سلیم عموماً غزوات میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہا کرتی تھیں[۱]، حضرت طلیب بن عمیر جب اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی نصرت کی، وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح مجھ میں بھی استطاعت ہوتی تو میں آپ کی حفاظت کرتی اور آپ کی طرف سے لڑتی[۲]،

---

[۱] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۹۱،
[۲] استیعاب ؍ حضرت طلیب بن عمیر

غزوۂ خندق میں رسول اللہ اور تمام صحابہؓ یہودیوں سے لڑ رہے تھے کہ بنو قریظہ لڑتے لڑتے اس مقام کے قریب پہونچ گئے جہاں مسلمان عورتیں اور بچے چھپے تھے۔ بنو قریظہ اور مسلمان عورتوں کے درمیان کوئی ایسی فوج نہ تھی جو عورتوں کی حفاظت کر سکے، اسی اثنا میں ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا، خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی بنو قریظہ سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں تو میدان خالی پا کر وہ عورتوں پر حملہ کر دینگے حضرت صفیہؓ نے جو رسول اللہ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ کی والدہ تھیں حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا کہ اس یہودی کو قتل کر دو حضرت حسانؓ نے عذر کیا، آخر حضرت صفیہؓ خیمہ کا ایک ستون لیکر خود اتریں اور اس یہودی کو اسی ستون سے وہیں مار کر گرا دیا، مورخ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی[1]۔

ام عمارۃ ایک مشہور صحابیہ تھیں قبل از ہجرت مقام عقبہ میں جب مدینہ کے مسلمانوں نے کفار قریش سے چھپ کر رسول اللہ کی امداد اور اسلام کی اشاعت کے لئے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، تو اس مختصر جماعت میں جو اسلام کی سب سے پہلی جماعت تھی، ام عمارۃؓ بھی شریک تھیں، اسلامی تاریخ میں اسی واقعہ کو بیعت عقبہ کہتے ہیں، سنہ ۶ھ میں جب رسول اللہ نے حج کی نیت سے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور مکہ میں داخل ہونے کے لئے قریش سے آپ نے اجازت مانگی اور حضرت عثمانؓ مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر مکہ

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ جلد ۵ صفحہ ۵۹۱

گئے، تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا،
اس وقت تمام صحابہؓ سے رسول اللہ صلعم نے کفار قریش سے لڑنے
اور مرنے پر بیعت لی، جو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے
مشہور ہے ام عمارہؓ اس بیعت رضوان میں بھی شریک تھیں، مسلمانوں
کی طرف سے اپنے شوہر زید بن عاصم کے ساتھ جنگ احد میں بھی موجود
تھیں، بلکہ عین اس وقت جب احد میں عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ
گئے تھے، اور آنحضرت صلعم پر کفار بڑھ بڑھ کے وار کر رہے تھے، اور
جاں نثار آگے آ آ کر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، یہ بہادر خاتون
بھی تیغ بدست حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں، اس دن
کئی زخم ان کے دست و بازو میں آئے تھے، اسی طرح دیگر غزوات
میں بھی ان سے بے مثال بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ہیں[1]،
حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب نے ادعائے نبوت کیا،
اور مقام یمامہ میں ایک خوں ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے
مارا گیا اس جنگ میں جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے ام عمارہؓ
بھی شریک تھیں، اور جب تک ان کا ہاتھ زخمی نہ ہوا دشمنوں سے
لڑتی رہیں، اس دن ام عمارہؓ کو بارہ زخم لگے تھے[2]،
حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں اسلام کو جزیرہ نمائے عرب
سے باہر قدم رکھنے کے لئے مشرق کے ان دو زبردست طاقتوں سے مقابلہ

[1] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۶۰۵، [2] فتوحات اسلامیہ سید دحلان صفحہ ۴۶،

کرنا پڑا جو دنیا میں روم اور ایران کے مہیب ناموں سے مشہور ہیں، رومیوں کا وہ سب سے خون ریز معرکہ جس پر ان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوا۔ جنگ یرموک ہے، اور ایرانیوں کی وہ سب سے آخری پُرزور کوشش جس سے زیادہ زور و قوت صرف کرنا تخت کیانی کے امکان میں نہ تھا، جنگ قادسیہ ہے، یہ دونوں معرکے تاریخ اسلام کے بہترین کارنامے ہیں، جنھوں نے دنیا میں پھیلنے کے لئے اسلام کا راستہ صاف کر دیا،

لیکن ان دونوں واقعوں میں مسلمانوں کی فتحیابی، مخدرات اسلام کے زورِ بازو اور آتش بیانی کی ممنون ہے، محرم ۱۴ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں مقام قادسیہ پر مقابلہ ہوا، ایرانیوں کی جمعیت ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان کچھ اوپر تیس ہزار تھے، اس معرکہ میں کئی ہزار مسلمان شہید اور زخمی ہوئے، عورتوں اور بچوں نے شہداء کی قبریں کھودیں، اور مجروحوں کو میدان جنگ سے اُٹھا لائے اور ان کی تیمارداری کی،

قادسیہ کی لڑائی میں عورتوں کو کس قدر جوش تھا؟ اس کا اظہار ذیل کی تقریر سے ہوگا، جو قبیلۂ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیجتے وقت کی تھی،

انکم اسلمتم فلم تبدلوا وھاجرتم فلم	پیارے بیٹو! تم اسلام لائے، پھر
تثربوا ولم تنب بکم البلاد ولم تقحمکم	پھرے نہیں، تم نے ہجرت کی، تو تم کو
السنۃ ثم جئتم بامکم عجوز کبیرۃ	کسی نے ملامت نہ کی، تمہارا وطن تمہارا

تو ضعتموها بین ایدی اہل فارس
و اللہ انکم بنو رجل واحد کما انکم
بنو امرأۃ واحدۃ ما خنت اباکم
ولا فضحت خالکم انطلقوا واشهدوا[۱]
اول القتال وآخرہ

(طبری جلد ۶ ص ۲۲۰۷)

ناموافق نہ تھا، نہ تم پر قحط پڑا تھا تم نے
اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ لاکر اہل فارس
کے سامنے ڈالدیا، خدا کی قسم تم ایک باپ کی
اولاد ہو جسطرح تم ایک ماں کی اولاد ہو میں
نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ میں نے
تمہارے ماموں کی فضیحت کی، جاؤ اور شروع
سے اخیر تک لڑو،

بیٹوں نے ایک ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا، اور بڑی بہادری سے لڑے، جب نظروں سے غائب ہو گئے، تو اس بوڑھی عورت نے دعا کو ہاتھ اٹھایا کہ خدایا میرے بچوں کو بچانا، اختتام جنگ پر بہادر بیٹے صحیح و سالم اپنی ماں کے پاس آئے اور غنیمت کا مال ماں کے آگے ڈال دیا[۱]

جنگ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساء بھی شریک تھی، خنساء کے ساتھ اس کے چاروں بیٹے بھی تھے، شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا آتش زبان شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا،[۲]

یا بنی انکم اسلمتم وھاجرتم مختارین
واللہ الذی لا الہ غیرہ انکم بنو رجل

پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان
ہوئے اور ہجرت کی، وحدہ لا شریک کی

---

[۱] یہ دونوں واقعے موقعہ جنگ، مقدار اولاد، اور بعض الفاظ کے اتحاد سے ایک ہی معلوم ہوتے تھے
بقیہ صـ ۱۲

واحد كما انكم بنو امرأة واحدة
ما خنت اباكم ولا فضحت خالكم ولا
هجنت حسبكم ولا غيرت نسبكم وقد
تعلمون ما اعد الله المسلمين من
الثواب الجزيل في حرب الكافرين
واعلموا ان الدار الباقية خير
من الدار الفانية يقول الله
عز وجل يا ايها الذين امنوا اصبروا
وصابروا ورابطوا واتقوا الله
لعلكم تفلحون، فاذا اصبحتم غدا
ان شاء الله سالمين فاغدوا الى
قتال عدوكم مستبصرين وبالله
على اعدائه مستنصرين واذا
رايتم الحرب قد شمرت عن
ساقها واضطرمت لظى على
سياقها، وجللت نارا على رواقها
فتيمموا وطيسها وجالدوا رسيسها
عند احتدام خميسها تظفروا بالغنم
والكرامة في دار الخلد والمقامة

(از اسد الغابہ ابن اثیر جزری جلد ۵ صفحہ [illegible])

قسم کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو ایک
باپ کے بھی بیٹے ہو' میں نے تمہارے باپ سے
بددیانتی نہیں کی' اور نہ تمہارے ماموں کو
ذلیل کیا' اور نہ تمہارے حسب و نسب میں
داغ لگایا، جو ثواب عظیم خدا نے کافروں سے
لڑنے میں مسلمانوں کے لئے رکھا ہے تم اس کو
خود جانتے ہو' خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ
رہنے والی ہے اس دار فانی سے بہتر ہے'
خدائے پاک فرماتا ہے' مسلمانو! صبر کرو اور
استقلال سے کام لو' خدا سے ڈرو' تاکہ تم
کامیاب ہو' کل جب خیریت سے تم انشاء اللہ
صبح کرو' تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا سے
نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ
پڑنا' اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے
اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں' تو تم
خاص آتشدان جنگ کی طرف رخ کرنا اور
جب دیکھنا کہ فوج غصہ سے آگ ہو رہی ہے
تو غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا خدا کرے
کہ تم دنیا میں مال غنیمت اور عقبیٰ میں عزت
پاؤ۔

صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساؔ کے چاروں بیٹے یک بارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے، اور آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑکر شہید ہوئے خنساؔ کو جب یہ خبر پہونچی تو اس نے کہا، "اُس خدا کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا" حضرت عمرؓ ۸۰۰ دینار خنساؔ کو اس کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ کے دیا کرتے تھے،

واقعۂ جسر کے بعد جس میں مسلمانوں کو ایرانیوں کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، ایک دوسرا ہولناک معرکہ ہوا جو جنگ بویب کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ بویب میں جس کو جنگ قادسیہ کی تمہید سمجھنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو ایرانیوں کا بہت سا مال، رسد ہاتھ آگیا، مسلمان، عورتوں کو رزمگاہ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے، کھانے کا انتظام چوں کہ عورتوں ہی سے متعلق تھا اس لئے مثنّٰی نے جو اس وقت فوج کا سپہ سالار تھا، یہ سارا سامان فوج کے ایک رسالے کی حفاظت میں عورتوں کے پاس بھیج دیا، یہ رسالہ گھوڑے اڑاتا ہوا عورتوں کی فرودگاہ کی طرف چلا، عورتیں سمجھیں کہ دشمن چڑھ آئے ہیں، عورتوں کے خیموں میں اسلحہ کہاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ :۔ لیکن بعض اختلافات بھی ایسے ہیں جو ایک واقعہ نہیں ہونے دیتے، پہلی عورت قبیلۂ نخع کی ہے، خنساؔ قبیلۂ سلیم کی تھی، پہلی عورت کی تقریر مختصر اور سادہ تقریر ہے، دوسری عورت کی تقریر طویل اور فصاحت اور جوش سے لبریز ہے جو خنساؔ کے شایان شان ہے، طبری نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے مال غنیمت لے کر صحیح و سالم واپس آگئے تھے، ابن اثیر نے دوسری

سے آتے بچوں کو پیچھے کھڑا کیا، اور خود پتھر اور خیمہ کی چوبیں لے کر حملے کے لئے کھڑی ہو گئیں، عمر بن عبد المسیح جو اس رسالہ کا افسر تھا پکارا کہ اسلامی فوج کی عورتوں کو بیشک ایسا ہی بہادر ہونا چاہیئے، یہ کہہ کر اس نے عورتوں کو مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری سنائی، اور چیزیں ان کے سپرد کیں۔[1]

میسان کی لڑائی میں اس سے بھی ایک عجیب بہادری عورتوں سے ظاہر ہوئی، دریائے دجلہ کے قریب اہل میسان اور مسلمانوں کا سامنا ہوا، مغیرہ جو اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے میدان جنگ سے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے، دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی کہ ازدۃ بنت حارث نے جو طبیب العرب کلدہ کی پوتی تھیں، عورتوں سے کہا کہ اگر ہم اس وقت مسلمانوں کی مدد کرتے تو نہایت مناسب ہوتا۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا، اور عورتوں نے بھی اپنے اپنے دوپٹوں کی جھنڈیاں بنائیں، دونوں طرف کے بہادر دل توڑ کر حملہ کر رہے تھے کہ اس سامان کے ساتھ عورتیں پرچم اڑاتی ہوئی فوج کے قریب پہونچ گئیں، یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کی امداد کو ایک تازہ دم فوج اور پہونچ گئی، غنیم کے بازو سست پڑ گئے، اور آن کی

[1] تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۱۹۷،

حاشیہ صفحہ ۱۴۲۔ عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے شہید ہوئے اور انکی تنخواہ حضرت عمر انکی ماں کو دیا کرتے تھے، واللہ اعلم

آن میں یہ سیاہ بادل پھٹ گیا[1]

عہد صدیقی میں اول اول ۱۳ھ ہجری میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی، چند معرکوں کے بعد اہل دمشق قلعہ بند ہو گئے، مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے کہ معلوم ہوا کہ نوے ہزار رومی بڑے سروسامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی فوج، منتشر طور سے تمام ملک شام میں پھیلی ہوئی تھی، حضرت ابو عبیدہ اور خالد بن ولید کی جو عراق کو پامال کر کے دمشق میں آکر مل گئے تھے یہ رائے قرار پائی کہ کل اسلامی فوج کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہونا چاہیے۔ ان فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی، کل افسران اسلام جہاں جہاں تھے اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے اجنادین کی طرف بڑھے۔

ابو عبیدہ اور خالد نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف باگ اٹھائی، حضرت خالدؓ فوج کے آگے آگے جا رہے تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے مع خیمے اور سامان رسد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اہل دمشق نے دیکھا کہ مسلمان ڈیرے خیمے اٹھائے بددلے اپنے سے جا رہے ہیں، ان کو یہ انتقام کا موقع نہایت مناسب معلوم ہوا، قلعہ کے پھاٹک کھول کر فوراً پیچھے سے حملہ کر دیا، قیصر

---

[1] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۳

روم نے دمشق کے لئے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں، اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آپہونچیں، اور آتے ہی انھوں نے مسلمانوں کا آگا روک لیا، اس وقت مسلمانوں میں جس انتہا کی بدحواسی پیدا ہونی چاہیے تھی وہ ظاہر ہے، مگر اس کے برخلاف انھوں نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ دونوں طرف کے حملے روکے لیکن زیادہ تر ان کی توجہ سامنے کی فوج کی طرف منعطف تھی، اتنا موقع بھی اہل دمشق کو غنیمت معلوم ہوا اور مسلمان عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر قلعہ دمشق کی طرف رخ کیا،

عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا **خولہ** بنت ازدر نے کہا "بہنو! کیا تم یہ غیرت گوارا کرسکتی ہو کہ مشرکین دمشق کے قبضہ میں آجاؤ، کیا تم عرب کی شجاعت اور حمیت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو میرے نزدیک تو مرجانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے" ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگادی، خیموں کی چوبیں لے کر باقاعدہ حلقہ باندھ کر آگے بڑھیں، سب سے آگے خولہ بنت ازدر ضرار کی بہن تھیں، اور ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار، ام ابان بنت عتبہ سلمہ بنت نعمان بن مقرن وغیرہ تھیں، کچھ دیر کے لئے تو حیرت نے دمشقیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے، اور اتنی دیر میں عورتوں نے تیس لاشیں گرادیں اور آخرکو پھر انھوں نے بھی حملہ کردیا، دمشقیوں کے قدم اکھڑنے کو تھے کہ مسلمان بھی ادھر سے فارغ ہوکر آگئے، دمشقی فوج میں جو رعب

جان باقی تھی، وہ بھی ان حملوں سے نکل گئی، باقی فوج بھاگ کر دمشق میں قلعہ بند ہو گئی، اور اسلامی فوج کی عنانِ عزیمت پھر اجنادین کی طرف مڑی،

اڈورڈ گبن صاحب نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کرکے مسلمان عورتوں کی عفت، عصمت، دلیری و بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ وہ عورتیں ہیں جو شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیر اندازی، میں نہایت ماہر تھیں، یہی وجہ ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی یہ اپنے دامنِ عفت کے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوتی تھیں"

جنگ یرموک مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی، اس معرکہ میں مسلمان کل چالیس ہزار تھے، مگر جو تھے عرب میں انتخاب تھے، رومیوں کی جمعیت دو لاکھ سے زائد تھی، اور یہ آدمیوں کا طوفان اس جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا کہ گمان تھا کہ ایک ٹکر میں یہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دے گا، یرموک میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد میں جو گنے کا فرق تھا، پھر ان کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں، کہ ہٹنا چاہیں بھی تو نہ ہٹ سکیں۔

دو لاکھ کا ٹڈی دَل اس زور و شور سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا کہ اسلامی فوج کا داہنا بازو ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ

تک آ گیا، لخم وجذام کے قبیلے ایک مدت تک ان عیسائیوں کے ماتحت رہے تھے، اور اب مسلمان ہو گئے تھے، میسرہ (بایاں حصہ) میں زیادہ تر یہی لوگ تھے، رومیوں نے ان کی طرف رخ کیا تو یہ مرعوب ہوکر نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے، رومی تعاقب کرتے ہوئے خیموں تک پہونچ گئے، عورتوں کے غصہ کی انتہا نہ رہی، فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں، اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کا سیلاب جو نہایت سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا دفعتہً تھم گیا، اب خواتین بھاگنوں کو روک کر پھر آگے بڑھایا، اور فوج کی پشت پر آکر مسلمانوں کو غیرت دلا دلا کر ان میں جوش پیدا کر دیا، عورتوں کی ان کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے، قریش کی عورتیں تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور حملہ کرتے ہوئے مردوں سے آگے نکل گئیں[1]، حضرت معاویہؓ کی بہن جویریہ عورتوں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھیں اور نہایت دلیری سے لڑ کر زخمی ہوئیں[2]، حضرت معاویہؓ کی ماں ہند بنت عتبہ مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہتی تھیں[3]،

یا معاشر العرب عضلوا الغلفان بسیوفکم — عربو! نامردوں پر مارو نامرد۔

[1] طبری جلد ۴ صفحہ ۲۰۹۴، [2] طبری جلد ۵ صفحہ ۲۱۰۰، [3] بلاذری صفحہ ۱۴۱

ضرار بن ازور کی بہن خولہ یہ شعر پڑھ کر مسلمانوں کو غیرت دلاتی تھیں،

یا ھارباً عن نسوۃ تقیات ... رمیت بالسھم والمنیات

اے پاکدامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو، ... تم موت اور تیر کے نشانہ نہ بنو،

مورخ طبری نے اس جنگ میں ام حکیم بنت حارث کا نام خصوصیت سے لیا ہے، ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی پھوپی زاد بہن اسما بنت یزید نے تنہا نو رومیوں کو مار ڈالا[1]، جو عورتیں مردانہ وار جنگ یرموک میں لڑیں ابن عمرو واقدی ان میں سے بعض کے نام بتاتا ہے، اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، عبادہ بن صامت کی بیوی، خولہ بنت ثعلبہ، کعوب بنت مالک، سلمٰی بنت ہاشم، نعم بنت فیاض، عفیرۃ بنت عفارہ،

جنگ یرموک کے بعد پھر مسلمانوں کی فوج رومیوں کے مقابلہ پر جارہی تھی، ایک روز اس نے دمشق کے قریب مرج الصفر میں قیام کیا، خالد بن سعید نے جنھوں نے حال ہی میں ام حکیم بنت حارث سے نکاح کیا تھا، یہیں مسلمانوں کی دعوت ولیمہ کی، ایک پل کے قریب ام حکیم کا خیمہ نصب ہوا جو اسی مناسبت سے اب تک ام حکیم کا پل کہلاتا ہے، ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ رومی پہونچ گئے، مسلمانوں نے

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۸ جلد ۵،

بھی لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں، اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کو پسپا ہو جانا پڑا ام حکیم بھی نہایت دلیری سے لڑیں، رومیوں کے سات آدمی ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے[1]

جنگ جمل میں گو حضرت عائشہؓ کا خروج لے کر حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آنا ہم ایک اجتہادی غلطی سمجھتے ہیں، لیکن اس سے عورتوں کے استقلال دلیری، ثبات پر روشنی پڑتی ہے،

فتوحات واقدی کی روایتیں اگر تسلیم کر لی جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ شام کی فتوحات میں عورتوں کا بہت بڑا حصہ ہے خصوصاً، ام حکیم، ہند، ام کثیر، اسماء، ام ابان، ام عمارۃ، خولہ، لبنیٰ، عفیرہ، ان عورتوں نے بعض بعض موقعوں پر اس مردانگی سے جنگی خدمات انجام دیئے ہیں کہ مردوں سے بھی بن نہیں آسکتے

عتبہ بن غزوان حضرت عمرؓ کی طرف سے امیر تھا، ازدۃ بنت حارث، جو طبیب عرب کلدہ کی پوتی تھیں، عتبہ کی بیوی تھیں، عتبہ جب اہل مدینۃ الفرات سے سرگرم مقابلہ تھا تو ان کی بیوی ازدہ اپنی تقریر سے لوگوں کو ابھارتی تھیں اور جوش دلاتی تھیں[2]

دمشق کے حملہ میں جب ابان بن سعید، تو حاکم دمشق کے ہاتھ

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۵۰۰

[2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ لیڈن

سے شہید ہوئے تو ان کی بیوی ام ابان بنت عتبہ اپنے مقتول شوہر کے سارے جنگی اسلحہ لگا کر قصاص لینے کو نکلیں، اور دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہیں، اہل دمشق گو محصور تھے لیکن شہر پناہ کے برجوں سے برابر مسلمانوں کا جواب دیتے تھے، سب کے آگے ایک مقدس شخص ہاتھ میں طلائی صلیب لئے ہوئے ارباب ثلثہ سے دعائے فتح مانگ رہا تھا، ام ابان کو تیراندازی میں بڑی قدرت تھی ایسا تاک کر تیر مارا کہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گر پڑی، مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھالی، عیسائیوں سے صلیب اعظم کی یہ تذلیل دیکھی نہ گئی، توما غصہ سے شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا، اور پھر زور کا رن پڑا کہ مسلمان گھبرا اٹھے، رومیوں نے صلیب کی واپسی کے لئے لاکھ لاکھ کوششیں کیں مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی، جس نے ادھر کا رخ کیا ام ابان نے اس کو تیروں پر دھر لیا، توما جو کسی طرح پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا ام ابان نے اس کی آنکھ میں ایسا تاک کر تیر مارا کہ وہ چیختا ہوا بھاگا، اس وقت ام ابان رجز کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں،

ام ابان فاطلبی ثیارک	ام ابان تو اپنا انتقام لے اور
صولی علیھم صولتہ المتدارک	ان پر پے در پے حملے کئے جا
ھذا ضجیج جمع القوم من نبالک	رومی تیرے تیروں سے چیخ اٹھے،

یرموک کی سب سے خوفناک لڑائی یوم التعویر مسلمان عورتوں

کی بہادری کی عجیب وغریب نمونہ تھی، مسلمانوں کو ہزیمت ہوچکی تھی، اگر عورتیں تلواریں کھینچ کر رومیوں کے منہ نہ پھردیتیں، ہند، خولہ، ام حکیم اور بہت سی قریش کی عورتوں نے مردانہ حملے کئے اسما بنت ابی بکر گھوڑے پر سوار اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے ساتھ ساتھ تھیں، اور برابر حضرت زبیرؓ کے دوش بدوش لڑتی جاتی تھیں[1]،

صفین میں بہت سی مسلمان عورتیں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک جنگ تھیں، لڑتی تھیں اور پرجوش تقریروں سے فوج کو ابھارتی تھیں، زرقا عکرشہ، ام الخیر نے میدان کارزار میں وہ وہ تقریریں کی ہیں کہ فوج کی فوج میں ایک آگ لگ گئی ہے[2]،

سنہ ۹۰ ہجری میں ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے بخارا پر فوج کشی کی، قتیبہ اس فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا، عرب میں ازد کا قبیلہ بہادری اور شجاعت میں ضرب المثل تھا، اسلامی فتوحات میں اس کے کارنامے نہایت روشن ہیں، بخارا کے ترک بھی بڑے سروسامان سے مسلمانوں کے مقابلے کو نکلے، قبیلہ ازد نے کہا پہلے تنہا ہم کو زور آزمائی

---

[1] اس قسم کے اور بہت سے واقعات اس فتوح الشام میں مذکور ہیں، جو ابن عزو واقدی کی طرف منسوب ہے، مگر چونکہ فتوح الشام ازدی وغیرہ میں انکا مطلق ذکر نہیں ہے اسلئے ہم انکو قلم انداز کرتے ہیں، [2] عقد الفرید جلد اول از صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۴،

کرنے دو، قتیبہ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت دی، ازدی بڑھے اور نہایت بہادری سے حملے کئے، لیکن مقابلہ معمولی لوگوں سے نہ تھا، ترکوں نے اس ثابت قدمی سے جواب دیئے کہ ازدی ہٹتے ہٹتے قیام گاہ تک آ گئے، ترکوں نے بڑھ کر اور زور سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، عورتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہی ہوا چاہتی ہے، وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مار مار کر گھوڑوں کے رخ پھر میدان جنگ کی طرف پھیر دیئے اور ایک عام شور برپا کر دیا، مسلمانوں کی ہمت بندھی اور سنبھل گئے اور پلٹ کر اس زور و شور سے حملے کئے کہ ترک پھر نہ جم سکے، گو اس موقع پر عورتوں نے تلواریں نہیں اٹھائیں۔ لیکن یہ فتح بالکل عورتوں کی کوشش سے ہوئی، اگر عورتیں ہمت نہ کرتیں تو مسلمان میدان چھوڑ چکے تھے[1]

اسلام میں خوارج کا فرقہ اپنی تاریخی حیثیت سے نہایت شہرت رکھتا ہے، جن کے کارنامے بعض اسلامی فرقوں کی طرح صرف خوفناک سازشیں نہیں ہیں، بلکہ بارہا حکومتوں اور جبارانہ شخصیتوں کے مقابلہ میں اس نے تلواریں علم کی ہیں، گو طلب مساوات، آزادی جان اور تمنائے حریت کی بنا پر اس کی گردن ہمیشہ تلوار کے نیچے رہی، لیکن اس کی اولو العزمی اور شجاعت

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۳۲

نے اس کو بہت دنوں تک زندہ رکھا اور اب تک ہے، سلطنت کے متعلق اس کے خیالات بالکل آج کل نہلسٹ فرقوں کے مشابہ تھے،

سنہ ۷۷ ہجری میں جب عبدالملک شام میں خلیفہ تھا اور حجاج ثقفی عراق کا گورنر تھا، شبیب خارجی نے موصل میں سلطنت کے خلاف سر اٹھایا، غزالہ شبیب کی بیوی اور جہیزہ شبیب کی ماں بھی شریک جنگ رہتی تھیں حجاج نے شبیب کے دبانے کو یکے بعد دیگرے پانچ سردار بھیجے، مگر ایک بھی میدان سے پھر کر نہ آیا۔ آخر عبدالملک نے شام سے فوجیں بھیجیں، اور حجاج خود ان کو لے کر نکلا،

شبیب موصل سے کوفہ چلا، لیکن حجاج اس سے پہلے کوفہ پہونچکر قصر الامارۃ میں اتر چکا تھا، غزالہ نے نذر مانی تھی کہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نفل پڑھوں گی، کچھ دن چڑھے غزالہ اپنے شوہر کے ساتھ ستر آدمی لے کر جامع مسجد آئی حالانکہ سارا شہر دشمن تھا، اور خود شامی فوجیں کوفہ میں بھری پڑی تھیں، شبیب تلوار کھینچ کر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا، اور غزالہ نے اندر جا کر اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھی، اور پھر معمولی نمازیں نہیں پہلی رکعت میں سورۃ بقر اور دوسری رکعت میں آل عمران جس سے بڑی کوئی سورۃ قرآن مجید میں نہیں ہے، جو دو اور ڈھائی ڈھائی پاروں میں تمام ہوئی ہیں، غزالہ نماز سے فارغ ہو کر اپنی فرودگاہ کو چلی گئی، اور حجاج کی ساری فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی، جب لڑائی کی نوبت آئی تو حجاج کوفہ، بصرہ، اور شام کی فوج لے کر

نکلا، شبیب کی جمعیت گو اس کے مقابلہ میں نہایت مختصر تھی، لیکن بہادری سے لڑی، حجاج نے خوارج کی مسجد پر قبضہ کر لیا، غزالہ اور جہیزہ بھی لڑائی میں مشغول تھیں کہ حجاج نے چپکے چند آدمی بھیجے جنھوں نے پیچھے سے جا کر غزالہ کو مار کر گرا دیا شبیب اپنی مقتولین کو چھوڑ کر اہواز کی طرف چلا گیا،

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جہیزہ بھی اس لڑائی میں ماری گئی، لیکن ابن اثیر اور طبری نے لکھا ہے کہ اس کے کچھ دن کے بعد جب شبیب کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر پل سے دریائے دجلہ میں گر پڑا، اور شبیب آہنی زرہ اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب کر مر گیا تو کسی نے اس کی ماں سے جا کر کہا کہ شبیب مارا گیا، اس کی ماں نے کہا شبیب اور مارا جائے؟ یہ ہو نہیں سکتا، آخر جب دوسرے دن کہا گیا کہ نہیں شبیب ڈوب کر مر گیا، تو اس نے کہا یہ ممکن ہے، اس واقعہ سے اس کی ماں کی بہادری کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ تھی،

بعض لڑائیوں میں حجاج اور غزالہ کا سامنا ہو گیا، حجاج مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ نکلا، حالانکہ یہ وہی حجاج تھا جس سے سارا عراق اور حجاز کانپتا تھا، ایک شاعر اسی واقعہ کو لکھ کر حجاز کو عار دلاتا ہے

لہ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۲۲۳ تفصیل اور تاریخوں سے لی گئی ہے

اسد علی وفی الحروب نعامة ۔۔۔ فتخاء تنفر من صفیر الصافر

حجاج مجھ پر تو شیر ہے لیکن معرکوں میں بزدل ۔۔۔ اور سست شتر مرغ کی طرح بزدل ہو جاتا ہے

ھلا برزت الی غزالة فی الوغی ۔۔۔ بل کان قلبک فی جناحی طائر

حجاج! تو لڑائی میں غزالہ کے مقابلہ میں کیوں نہ نکلا ۔۔۔ اس وقت کیونکر؟ تیرا دل تو پرندہ کی طرح دھڑک رہا تھا!

سنہ ۱۳۹ ہجری میں منصور کے ایام خلافت میں قیصر روم نے ملطیہ پر فوج کشی کر کے اس کو بالکل ویران کر دیا، منصور نے قیصر کی تادیب کو فوجیں روانہ کیں، صالح بن علی اور عباس بن محمد سپہ سالار تھے، ان لوگوں نے جا کر پہلے ملطیہ کو از سر نو آباد کیا اور پھر قسطنطنیہ کی طرف فوجیں بڑھائیں، اور قیصر کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا، ام عیسیٰ بنت علی اور لبابہ بنت علی، صالح کی بہنیں اور خلیفہ منصور کی پھوپھیاں تھیں، انھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب بنو امیہ کی حکومت برباد ہو جائے گی، تو ہم جہاد کریں گے، چنانچہ ایفائے نذر کے لئے وہ بھی اس جہاد میں شریک تھیں[1]،

سنہ ۱۷۸ ہجری میں ہارون رشید کے زمانے میں ولید بن طریف خارجی نے خابور اور نصیبین میں علم بغاوت بلند کیا، دربار کا ایک مشہور سردار یزید شیبانی اس بغاوت کے فرو کرنے کو بھیجا گیا، چند مقابلوں کے بعد خوارج نے شکست کھائی اور ولید مارا گیا، ولید کی بہن فارعہ کو جب اپنے بھائی کا حال معلوم ہوا تو اس نے زرہ-

---

[1] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۹۷،

پہنی ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی فوج پر حملہ آور ہوئی، یزید دوسروں کو ہٹا کر خود اس کے مقابلہ میں آیا، اور فارعہ کے گھوڑے کو ایک نیزہ مارا اور فارعہ سے کہا، تم کیوں اپنے خاندان کو بدنام کرتی ہو، جاؤ اور واپس جاؤ فارعہ میدان سے پھری لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس کی زبان پر خود اس کی تصنیف کے یہ دردناک اشعار تھے،

فیا شجر الخابور مالک مورقا	کانک لم تجزع علے ابن طریف
اے خابور نامی مقام کے درخت تم کیوں	سرسبز ہو؟ گویا تم ولید کی موت پر بیقرار ہی نہ ہوئے
فتی لا یحب الزاد الا من التقے	ولا المال الا من قنا و سیوف
ولید ایک ایسا جوان تھا جو صرف زاد تقویٰ	اور تیغ و نیزہ کی دولت پسند کرتا تھا
فقدناک فقدان الشباب ولیتنا	فدیناک من فتیاننا بالوف
اے ولید! ہم نے تجھکو اس طرح کھویا ہے جس طرح جوانی	کو کوئی کھو دے کاش ہم اپنے ہزار جوان تیری ذات پر فدا کر دیتے
علیہ سلام اللہ وقفا فاننی	اری الموت وقاعا بکل شریف
ولید پر خدا کی رحمت ہو، موت	ایکدن ہر شریف کو آنی والی ہے

یہ پورا مرثیہ اس قدر بلند اور پر درد ہے کہ اکثر علمائے ادب اس کو بچشم ادب سے دیکھتے ہیں، ابو علی قالی نے اپنی امالی میں اس کو نقل کیا ہے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ فارعہ کے مراثی خنساء کے ہم پلہ ہیں، اس مرثیہ کا پہلا شعر اس قدر مقبول ہے کہ عموماً علمائے بدیع اس کو تجاہل عارفانہ کی مثال میں پیش کرتے ہیں، ولید کی اس بہن کا نام ابن خلکان نے فارعہ اور فاطمہ لکھا ہے

لیکن ابن اثیر نے اس کا نام لیلیٰ بتایا ہے، ابن خلدون نے اس واقعہ کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کا کچھ نام نہیں لکھا ہے بہرحال ہم کو کام سے غرض نام کچھ بھی ہو،

قرون وسطیٰ میں صلیبی جنگ کا نہ صرف عیسائی مردوں میں نشہ چھایا تھا، بلکہ عیسائی عورتیں تک جوش میں بھری ہوئی تھیں، اور بقول عماد کاتب بیسیوں عیسائی عورتیں میدان جنگ میں شریک تھیں، عام مسلمانوں میں صلیبی جنگ کے مقابلہ کا جو جوش پھیلا تھا، مسلمان عورتیں بھی اس سے بے اثر نہ تھیں، اسامہ ایک مسلمان امیر تھا، جب وہ صلیبی جنگ میں شریک ہونے کو آیا ہے، تو اس کی ماں اور بہن بھی اس کے ساتھ تھیں، دونوں برابر ہتھیار لگا کر اسامہ کے ساتھ رہتی تھیں، اور عیسائیوں پر حملہ کرنے میں اسکو مدد دیتی تھیں،[1]

مسلمان ماؤں کے اسی مذہبی جوش کا اثر تھا کہ بچہ بچہ تک اس سے متاثر تھا، عیسائی ایک مدت سے عکا کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے، جب وہ تھک گئے اور ایک زمانے کی معیت کی وجہ سے مسلمانوں سے راہ ورسم پیدا ہو گئی تو انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ، عیسائی اور مسلمان بچوں میں آپس میں مقابلہ ہونا چاہیئے، کچھ عیسائی بچے ادہر سے اور کچھ مسلمان بچے ادہر سے نکلے، دیر تک مقابلہ رہا آخر اسلام کے ننھے ہاتھوں نے مسیحی بھیڑوں کے میمنوں کو رسیوں

[1] یہ واقعہ احمد بک آغا الف روسی کی کتاب حقوق المرأۃ والاسلام سے لیا گیا ہے

میں جکڑ کر باندھ دیا[1]

اسلام کے تاریخی محاسن کے ذکر میں عموماً ہندوستان کا نام نہیں آتا، لیکن اس خاص مضمون میں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ ہندوستان کا نام آئے گا، ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں اکثر ایسی مسلمان عورتوں کے نام نظر آتے ہیں جن کی بہادری، شجاعت، اولوالعزمی مردوں کے مقابلہ میں کسی قدر مرجح ثابت ہوتی ہے،

شاہ التمش کی بیٹی رضیہ سلطان جس نے اسلامی خواتین میں گو کم سلطنت کی، مگر سب سے بہتر کی، ابن بطوطہ جو محمد تغلق کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا لکھتا ہے کہ" رضیہ مردانہ لباس میں تمام ہتھیار لگاکر گھوڑے پر سوار باہر نکلتی تھی" شاہان ہند کا معمول تھا کہ جب وہ شکار کو جاتے تھے تو کل بیگمات اور کنیزیں بھی ساتھ ہوتی تھیں، ایک مرتبہ التمش شیر کے شکار کو گیا تھا، بیگمات پیچھے تھیں، ایک شیر نکل کر بادشاہ پر جھپٹا، اگر رضیہ نہ پہونچ گئی ہوتی تو بادشاہ بری طرح زخمی ہو گیا ہوتا، لیکن شیر دل رضیہ نے جھپٹ کر تلوار کے ایسے توبرتو وار کئے کہ شیر نیم جان ہو کر گر پڑا،

تخت حکومت پر بیٹھ کر رضیہ نے وہ رعب قائم کیا کہ اعیان دولت تک کانپتے تھے، بعض امراء نے یہ دیکھ کر کہ اب ان کا کوئی زور نہیں چلتا، مخالفت پر آمادہ ہو گئے، نظام الملک،

---

[1] الفتح القسی فی الفتح القدسی۔

وزیر سلطنت، ملک اعزالدین، ملک سیف الدین، ملک علاءالدین وغیرہ جو سلطنت کے دست و بازو تھے مخالف ہو گئے، اور صرف لفظی مخالفت نہیں، بلکہ فوجیں لئے ہوئے دہلی کے باہر پڑے تھے، رضیہ کی مدد کو جو باہر سے آتا تھا اس کو بھی توڑ کر ملاتے تھے، لیکن رضیہ نے تنہا اپنی تدبیر و دلیری سے ان کو ایسا پریشان کیا کہ وہ ادھر ادھر ٹھوکر کھاتے پھرتے تھے، لیکن ان کو پناہ نہیں ملتی تھی، ۶۳۷ھ ہجری میں جب حاکم لاہور نے سر اٹھایا تو خود فوج لے کر گئی، اس کے بعد بھٹنڈہ کے گورنر نے جب سرکشی کی تو پھر خود فوج لے کر نکلی، لیکن اپنے نوکروں کی سازش سے راستہ میں گرفتار ہو گئی، اور اس کی جگہ پر دہلی میں اس کے بھائی معزالدین کو لوگوں نے بادشاہ بنایا، رضیہ قید سے چھوٹی تو نئے سرے سے ایک لشکر ترتیب دیکر، دو تین مرتبہ تخت دہلی کے لئے لڑی۔ لیکن چونکہ رضیہ کی فوج بالکل نئی اور بھرتی کی تھی، ہمیشہ شکست کھاتی رہی،

اس سلسلہ میں سلطان علاءالدین کے عہد کا ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ جس سے اسلامی ہندوستان کی تاریخی عظمت کسی قدر بڑھ جاتی ہے، شاہان ہند کے مرقع میں علاءالدین خلجی کی تصویر ایک خاص امتیاز رکھتی ہے، جس کے چہرے سے اولوالعزمی

سلہ تاریخ اکبری قلمی از ملا نظام الدین ہروی ذکر سلطنت رضیہ،

بلندی خیال، جلالت شان کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، سلطان نے جب سیل تاتار کو روک کر پیچھے ہٹا دیا جس کو نہ بغداد وخوارزم کے مستحکم قلعہ ہٹا سکے تھے اور نہ چین کی بلند دیواریں روک سکی تھیں، اور نہ ایران وروس کی طاقتیں دبا سکی تھیں، تو سلطان کو سکندر اعظم کی عالمگیر حکومت کا خیال پیدا ہوا، اس نے ایک دن بر سبیل تذکرہ کہا کہ اب ہندوستان میں کوئی ایسی ریاست نہیں ہے جو مجھ سے سرکشی کر سکے، قلعہ جالور کا راجہ کانیر دیو دربار میں حاضر تھا اس نے نہایت بد دماغی سے متکبرانہ لہجہ میں کہا، کہ جالور کا قلعہ کبھی مطیع نہیں ہو سکتا،

سلطان برہم تو ہوا لیکن اس وقت اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، دو تین دن کے بعد راجہ کو دہلی سے رخصت کر دیا اور مہلت دی کہ راجہ جالور کو جس قدر محفوظ کر سکتا ہے کرے، اور دو تین مہینے کے بعد سلطان نے اپنی ایک لونڈی کو جس کا نام گل بہشت تھا سپہ سالار بنا کر جالور کی مہم پر روانہ کیا گل بہشت اپنی فوج لئے ہوئے برق وباد کی طرح جالور پہونچی، راجہ مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا، گل بہشت نے راجہ کو محصور کر لیا اور اس بہادری اور دلیری سے اس نے قلعہ پر حملہ کرنا شروع کیا کہ راجہ کو اس کا گمان تک نہ تھا، قلعہ فتح ہونے میں کچھ ہی دیر تھی کہ یک بیک گل بہشت بیمار پڑی اور ایسی شدید بیمار پڑی کہ پھر نہ اٹھی، گل بہشت سب کچھ کر سکتی تھی لیکن موت کا حملہ نہیں روک سکتی تھی

گگل بہشت کے مرنے پر راجہ شیر ہوگیا، اور قلعہ کھول کر شاہی فوج کو اس نے بہت پیچھے ہٹا دیا، گگل بہشت کا لخت جگر شاہین راجہ کے ہاتھ سے مارا گیا، آخر دہلی سے ایک نئے سپہ سالار کمال الدین نے پہنچ کر جالور فتح کر لیا۔[۱]

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کی ابتدا میں دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا، امیر تیمور کیا تھا؟ ترکستان کے حدود سے ایک آندھی اٹھی تھی، جس سے ترکوں کی مضبوط سلطنت ہل گئی، دمشق و عرب متزلزل ہو گیا، تغلق خاندان کی شمع سحر بجھ گئی، اور مغل اعظم کی اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی، جس سے بہتر کوئی حکومت ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی۔ گو اس فتح کا ثمرہ خود تیموری نسل کو سو برس کے بعد حاصل ہوا، لیکن دراصل اس مدت میں سیدوں اور لودھیوں کا دور حکومت اس تیموری تاریخ کی تمہید تھا، جس کا سرنامہ ظہیر الدین شاہ بابر کے طغرے سے مزین ہے،

لیکن کیا ان فتوحات میں عورتوں کی کوئی کوشش شامل نہ تھی؟ امیر تیمور کے کشورستان لشکر میں بہت سی عورتیں تھیں، جو میدانوں میں لڑتی تھیں، معرکوں میں گھستی تھیں، بہادروں سے مقابلہ کرتی تھیں، تلواریں چلاتی تھیں، نیزے لگاتی تھیں، تیر مارتی تھیں، غرض کسی بات میں وہ مردوں سے کم نہ تھیں، کہا تیموری

[۱] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۲۸

کارناموں میں ان عورتوں کو کوئی حصہ نہ ملے گا؟[۱]

تیموری نسل کا ہر ایک شہزادہ شجاعت مجسم تھا، لیکن کیا ستم یہ ناانصافی کرسکتے ہو، کہ تیموری شاہزادیوں کو ان کی وراثت سے الگ کر دو؟ بابر نامہ، ہمایوں نامہ، تزک جہانگیری، دیکھو ہر جگہ نظر آئے گا کہ تیموری خواتین برابر ہتھیار لگاتی تھیں، گھوڑوں پر سوار ہوتی تھیں، شکار کھیلتی تھیں، شیر مارتی تھیں، چوگان کھیلتی تھیں، تیر چلاتی تھیں، غرض فن سپہ گری سے خوب واقف تھیں، تزک بابری کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابر کو جو فتوحات، کابل، سمرقند، فرغانہ، وغیرہ میں حاصل ہوئیں، ان میں عورتوں کو بھی دخل تھا،

نورجہاں تیمور و بابر کی بیٹی نہ تھی، لیکن بہو تھی، اکثر نورجہاں ہاتھی پر سوار ہو کر سیر و شکار کو جنگل جاتی تھی، اور ایک ایک گولی میں شیر کو ٹھنڈا کر دیتی تھی، جہانگیر تزک جہانگیری میں نورجہاں کے شکاروں کا بڑی مسرت سے تذکرہ کرتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے،

"ایک مرتبہ میں شکار کو نکلا، ایک ہاتھی پر رستم خاں اور میں تھا، اور دوسرے ہاتھی پر نورجہاں تھی، سامنے جھاڑی میں شیر تھا، ہاتھی شیر کی بو پاکر کانپنے لگتا ہے، اس اضطراب و جنبش میں نشانہ ٹھیک لگنا اور پھر عماری میں بیٹھ کر نہایت مشکل ہے، قدر اندازی میں میرے بعد رستم خاں کا کوئی ثانی نہیں ہے، مگر ہاتھی پر بیٹھ کر اکثر اس کے تین تین، چار چار نشانے خطا کر جاتے ہیں، لیکن

[۱] عجائب المقدور ابن عرب شاہ مصری ص: ۲۳۰

نورجہاں نے عماری میں بیٹھے بیٹھے پہلے ہی آدھا درجن شیر کو ٹھنڈا کردیا۔ ایک مرتبہ نورجہاں، جہانگیر کے ساتھ شکار کھیلنے گئی، ہاتھی پر سوار تھی، سامنے سے چار شیر نکلے، لیکن نورجہاں کی پیشانی پہ بَل تک نہ آیا اس نے نہایت اطمینان سے بندوق چلائی اور دو شیروں کو ایک ایک گولی میں اور دو کو دو دو گولیوں میں ٹھنڈا کردیا جہانگیر نہایت خوش ہوا اور چند بیش قیمت زیور نورجہاں کو انعام دیئے، اس موقع پر ایک شاعر نے برجستہ یہ شعر پڑھا،

نورجہاں گرچہ بصورت زن است ؎ درصف مردان "زن شیرافگن" ست

نورجہاں چونکہ پہلے علی قلی خاں شیرافگن کی بیوی تھی اس لئے "زن شیرافگن" کی ترکیب نے اس شعر کو بامزہ کردیا ہے،

جہانگیر کے اخیر عہد میں نورجہاں کے بھائی آصف خاں کے سبب سے نورجہاں اور جہانگیر دونوں کے دل مہابت خاں کی طرف سے صاف نہ تھے، آصف خاں کی کوشش تھی کہ مہابت خاں ذلیل ہو، جہانگیر دریائے بہٹ کے قریب خیمہ زن تھا، آصف خاں ایک دن پہلے ہی فوج سمیت دریا کے اس پار چلا گیا تھا، مہابت خاں اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جہانگیر کو گرفتار کرلیا، نورجہاں کو موقع ملا تو وہ دریا کے اُس پار جاکر فوج سے مل گئی، اور وہاں اس نے امراء و اعیان دولت کو بلا کر سخت

سلہ تزک جہانگیری صفحہ ۲۹۶،

ملامت کی کہ صرف تمہاری بے احتیاطی سے بادشاہ گرفتار ہو گیا انھوں نے بالاتفاق کہا کہ مناسب یہ ہے کہ کل حضور کی رکاب میں کل فوج شاہی دریا کے اس پار جا کر جس طرح ہو بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کرے ۔

صبح کو فوج تیار ہوئی مہابت خاں نے پل تو پہلے ہی جلا دیا تھا، سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے اور ہاتھی دریا میں ڈال دیئے نورجہاں بھی ایک ہاتھی پر سوار تھی، نورجہاں کے ساتھ شہزادہ شہریار کی بہن اور شاہ نواز خاں کی بیٹی بھی تھیں، ابھی فوج دریا ہی میں تھی کہ، مہابت خاں نے حملہ کر دیا ایک تو فوج دریا میں منتشر تھی ہی اور منتشر ہو گئی عجب ابتری پھیل گئی، نورجہاں نے خواجہ ابوالحسن اور معتمد خاں کو کہلا بھیجا کہ دیکھتے کیا ہو، تم بھی جواب دو، اتنے میں مہابت خاں کے سواروں نے آکر نورجہاں کے ہاتھی کو گھیر لیا، نورجہاں کی عماری تیروں کا نشانہ بن گئی، یہاں تک کہ ایک تیر عماری کے اندر بھی چلا آیا اور شہزادی کے بازو میں آکر لگا۔ تمام کپڑے خون میں تر بتر ہو گئے نورجہاں نے اپنے ہاتھ سے تیر نکال کر باہر پھینک دیا، نورجہاں کے ساتھ جو خواجہ سرا تھے وہ بھی کام آئے، نورجہاں کا ہاتھی زخموں سے چور چور ہو کر بھاگ نکلا آخر بڑی مشکل سے وہ اپنے فرودگاہ تک پہنچ سکی اگر ہاتھی سنبھلا رہتا تو ممکن تھا کہ نورجہاں لڑنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔

مرزا ہادی نے تزک جہانگیری کے خاتمہ میں ایک عورت کی بہادری کا عجیب واقعہ لکھا ہے گو اس کے اخلاق کی مذمت بھی کی ہے،
جہانگیر کے زمانے میں دولت آباد کا قلعہ نظام الملک سے تعلق رکھتا تھا، حمید خاں حبشی نظام الملک کے دربار کا وکیل تھا، اور محل میں بالکل حمید خاں کی بیوی کا عمل دخل تھا، گویا ایک معمولی عورت تھی، لیکن رفتہ رفتہ نظام الملک کے دربار میں اس کا اتنا رسوخ بڑھا کہ جب یہ سوار ہو کر نکلتی تھی تو سرداران فوج وامرائے دولت پیادہ اس کی رکاب میں چلتے تھے،
نظام الملک ان دونوں میاں بیوی کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی تھا۔
اسی زمانے میں عادل خاں نے ایک بڑی فوج نظام الملک سے لڑنے کو بھیجی، نظام الملک کو فکر ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں کس کو بھیجا جائے، حمید بیگم نے کہا کہ میں خود جاؤں گی، اگر جیتی، جیتی ہاور اگر ہاری تو عورتوں کا اعتبار ہی کیا ؟ چنانچہ نظام الملک کی رضامندی سے حمید بیگم فوج لیکر روانہ ہوئی، راستے میں اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے خوش کرتی گئی، جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو حمید بیگم خود تمام ہتھیار سے مسلح ہو کر میدان میں آئی اور بہادر کی طرح عرصۂ کارزار میں کھڑی رہی اور اس بہادری اور دلیری سے اپنی فوج کو لڑاتی رہی، کہ تھوڑی ہی دیر میں عادل شاہی لشکر اس بے سروسامانی سے

بھاگا کہ تمام ہاتھی اور توپخانے میدان جنگ میں چھوڑ گیا،
مرزا کے خاص الفاظ یہ ہیں

"نقاب بر قامت رعنا افگندہ، بر اسپ سواری شدہ، و خنجر و شمشیر مرصع بہ کمر بست ہمہ اناں کر تلافی صفین و محاذات فتن اتفاق افتاد از علو ہمت و علو جرأت دلیرانہ با لشکر عادل خانی مصاف دادہ سپاہ و سرداران را تقبیل و حرب و ضرب ترغیب و تحریص نمودہ قدم مردانگی را دراں بحر وغا و لجہ ہیجا کوہ استوار برجا داشت و آں غنیم و دشمن عظیم را شکست فاش دادہ جمیع فیلاں و توپخانہ را بدست آوردہ سالماً و غانماً مراجعت برافراخت"

مسلمان عورتوں کی ہمت مردانہ کا ایک اور عجیب واقعہ یہ ہے، عادل شاہی خاندان جس کے دائرہ حکومت کا مرکز شہر بیجاپور تھا، پونجی خاتون اس کے سب سے پہلے بادشاہ یوسف عادل شاہ کی بیوی تھی، یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ ہجری میں وفات پائی، اس کا نابالغ فرزند اسمٰعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا، کمال خاں دکنی نائب السلطنت مقرر ہوا، گو نام اسمٰعیل عادل شاہ کا تھا لیکن سلطنت کمال خاں کرتا تھا، اس کو ایک دن خیال ہوا کہ اس نام کو بھی کیوں نہ مٹا دیا جائے،

پونجی خاتون کمال خاں کے اس ارادہ سے غافل نہ تھی اس نے کمال خاں کے برطرف کرنے کی کوشش شروع کی لیکن وہ کیا کر سکتی تھی؟ تمام اعیان دربار سرداران فوج کمال خاں کے قبضہ میں تھے؛ پونجی خاتون نے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا

کہ یا کمال خاں معدوم کر دیا جائے یا عادل شاہی خاندان معدوم ہو، اس نے موقع دیکھ کر یوسف ترک کو جو اسمٰعیل عادل شاہ کا کوکہ تھا کل مراتب سمجھا بجھا کر، کمال خاں کے پاس بھیجا یوسف نے چپ چاپ ایک ہی خنجر میں کمال خاں کا کام تمام کردیا یوسف گرفتار ہو گیا اور آخر وہ بھی وہیں ڈھیر کر دیا گیا،

کمال خاں کی ماں نے اسی وقت کمال خاں کے بیٹے صفدر خاں کو بلا کر معاملہ سے خبردار کیا اور کہا ابھی اسمٰعیل عادل شاہ اور پوبجی خاتون کو قتل کر کے تخت پر بیٹھ جاؤ، تمام فوج تمہارا ساتھ دیگی، صفدر خاں باپ کی لاش دیکھ کر چاہتا تھا کہ ایک چیخ مارے، ماں نے کہا خبردار! کمال خاں کے مرنے کی خبر نہ پھیلے، لوگوں سے جا کر کہہ کہ کمال خاں کہتا ہے کہ "اسمٰعیل عادل شاہ کا سر چاہیے" پوبجی خاتون پہلے سے سمجھی تھی کہ یہ آفت آنے والی ہے، قلعہ میں اس وقت کمال خاں کی طرف سے تین سو مغل اور دو تین سو دکنی اور حبشی سپاہی تھے، پوبجی خاتون نے ان کو بلا کر کہا کہ "تم جانتے ہو کہ یہ تخت عادل شاہ کا ہے" اسمٰعیل ابھی بچہ ہے "کمال خاں ہم کو الگ کر کے خود بادشاہ بننا چاہتا ہے، تم میں سے جو عادل شاہی تخت کا وفادار ہو وہ ہمارے ساتھ قلعہ میں رہے، اور ہماری مدد کرے، اور جس کو اپنی جان عزیز ہو وہ قلعہ سے نکل جائے، تم دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو، کمال خاں کو کفران نعمت کی سزا ضرور ملے گی،" ظاہر ہے کہ ایسی مایوس حالت میں کمال خاں کو

چھوڑ کر کون پونچی خاتون کا ساتھ دیتا، تین سو مغلوں میں سے ڈھائی سو اور دو تین سو حبشیوں اور دکنیوں میں سے صرف سترہ سپاہیوں نے پونچی خاتون کی معیت گوارا کی، اور باقی قلعہ سے نکل کر صفدر خاں سے مل گئے، پونچی خاتون نے یہ بھی بڑی عقلمندی کی کہ غداروں سے پہلے ہی قلعہ پاک کر لیا، عین موقعہ پر اگر یہ دشمنوں سے ملجاتے تو کیا ہوتا؟

پونچی خاتون نے پہلے چاروں طرف سے قلعہ بند کر لیا اور انہیں دو تین سو سپاہیوں کو محل کی چھت پر کھڑا کر دیا اور خود پونچی خاتون دل شاد آغا، یوسف عادل شاہ کی بہن اور چند عورتیں اسمٰعیل عادل شاہ کے ساتھ تیر و کمان ہاتھ میں لیکر چھت پر کھڑی ہو گئیں، صفدر خاں ایک بڑی جمعیت سے قلعہ کی طرف آیا پونچی خاتون دل شاد آغا اور سپاہیوں نے صفدر خاں کو تیروں اور پتھروں پر دھر لیا، اور اتفاق سے اسی وقت مصطفےٰ آقا عادل شاہی خاندان کا ایک قدیم نمک خوار پچاس توپچیوں کو لیکر خاتون کی مدد کو آیا، ان توپچیوں نے اوپر پہونچ کر گولے اڑانے شروع کر دیئے صفدر خاں اپنی ماں کے حکم سے پھر ایک بڑی توپیں لگا کر ابھی قلعہ ریزہ ریزہ کر دیا جائے، پونچی خاتون اور عورتوں نے کہا کہ اگر توپیں آگئیں تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا، اس سے پہلے کوئی تدبیر بنجائے تو بنجائے، رائے یہ ہوئی کہ سپاہیوں کو چھپ جانا چاہئے اور تمام عورتیں یہیں کھڑی رہیں، دشمن سمجھیں گے کہ سپاہی ان عورتوں کو

قلعہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے، چنانچہ ایسا ہی کیا، سپاہی سب ادھر ادھر چھپ گئے اور عورتیں کھڑی رہیں، غنیم کی جب نظر پڑی تو دیکھا صرف عورتیں ہیں، ان کو ہمت ہوئی اور پلٹ کر انھوں نے دوبارہ حملہ کیا، قلعہ کا دروازہ توڑ ڈالا، عورتوں نے انگلی تک نہ ہلائی، اور کھڑی دیکھا کیں، صفدر خاں چاہتا تھا کہ پہلا دروازہ توڑ کر دوسرا دروازہ بھی توڑ ڈالے کہ سپاہیوں نے نکل کر اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن پھر نہ تھم سکے[1]

دو تین سو آدمیوں سے فوج کی فوج کا مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے،

نظام شاہی خاندان جس نے دکن میں تقریباً سوا سو برس تک نہایت کامیابی سے حکومت کی اور جس کا دارالحکومت شہر احمد نگر تھا اس کی ایک شاہزادی نے جس دلیری اور استقلال کے ساتھ اکبر اعظم کی فوج کا مقابلہ کیا وہ قابل حیرت امر ہے، چاند خاتون تو نظام شاہی حکومت کی بیٹی اور عادل شاہی حکومت کی بہو تھی حسین نظام شاہ بحری (احمد نگر) اس کا باپ تھا اور علی عادل شاہ (بیجاپور) اس کا شوہر تھا، علی عادل شاہ کے مرنے پر بیجاپور سے احمد نگر چلی آئی تھی، اور یہیں رہتی تھی،

اکبر کو جب ہندوستان کی مہمات سے فرصت ملی تو اس کو تسخیر

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد (۲) صفحہ (۱۲۶) و (۱۲۷)،

دکن کی فکر ہوئی، شہزادہ مراد اور خانخاناں اس مہم پر بھیجے گئے،
اس وقت تخت احمد نگر پر برہان نظام شاہ جلوہ افروز تھا
نظام شاہ نے صوبہ برار اکبر کے پیش کش کر دیا، لیکن اس معاملہ
کے اختتام سے پہلے برہان شاہ کا انتقال ہو گیا اور برار پر اکبر کا
قبضہ نہ ہو سکا، شہزادہ مراد اور خانخاناں موقع کی تاک میں
گجرات میں فوج لئے ہوئے پڑے تھے، اسی اثنا میں برہان شاہ
کا جانشین ابراہیم شاہ امرا کے ہاتھ سے مارا گیا، منجھو خاں وکیل
سلطنت اور آہنگ خاں اور اخلاص تینوں میں تخت نشینی کے لئے
جھگڑا ہوا، ہر ایک نے اپنا ایک جدا جدا بادشاہ بنا لیا، آخر آپس
کا نفاق بڑھا اور خون ریزیوں تک نوبت پہونچی، منجھو خاں نے
جل کر شہزادہ مراد کو لکھدیا کہ نظام شاہی قوت فنا ہو چکی آپ
ادہر کا رخ کیجئے، میں بلا تامل احمد نگر کا قلعہ آپ کے حوالہ کر دوں
گا، مراد چل کھڑا ہوا، خانخاناں بھی شاہ رخ مرزا والی بدخشاں
شہباز خاں، راجہ جگناتھ، راجہ درگا، راجہ رامچندر اور دیگر امرا
کو لے کر روانہ ہوا، جب یہ لوگ احمد نگر کے قریب پہونچ گئے،
تو منجھو خاں کو اپنی عجلت کاری پر سخت ندامت ہوئی، کیونکہ
اس اثنا میں منجھو خاں تمام مخالف قوتوں کو دبا کر خود مختار
ہو چکا تھا، ناچار قلعہ چھوڑ کر نکل گیا،

چاند خاتون نے دیکھا کہ ہماری آبائی حکومت معدوم ہوا
چاہتی ہے، اس نے عزم کر لیا کہ جس طرح ہوگا میں سلطنت کو

بچاؤں گی، اس نے پہلے خود اپنے بعض مخالف امرا کو قلعہ سے علیحدہ کردیا اور بعض کو توڑ جوڑ کر ملا لیا، قطب شاہ (گولکنڈہ) اور عادل شاہ (بیجاپور) سے امدادیں طلب کیں اور قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر کے شہزادہ مراد اور خانخاناں کی منتظر رہی، شاہزادہ مراد نے ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ کو اپنی فوج قلعہ کی طرف بڑھائی، چاند خاتون نے بھی حکم دیا کہ ہماری توپوں کے منہ کھول دیئے جاویں، تمام دن مراد کوشش کرتا رہا کہ قلعہ تک پہونچ جائے مگر چاند خاتون نے ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دیا، شام کو مراد تھک کر خود ہٹ گیا، دوسرے دن شاہزادہ مراد شاہ رخ مرزا، خانخاناں، شہباز خاں، راجہ جگناتھ وغیرہ نے مورچے ڈال چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، بعض نظام شاہی امرا نے لڑ بھڑ کر چاند خاتون کی مدد کو قلعہ میں جانا چاہا مگر خانخاناں نے جانے نہ دیا، شاہزادہ مراد اور خانخاناں مہینوں قلعہ کا محاصرہ کئے پڑے رہے مگر وہ قلعہ کو ٹھیس بھی نہ لگا سکے،

ادھر چاند خاتون کی حسب درخواست عادل شاہ نے پچیس ہزار سوار چاند خاتون کی مدد کو بھیجے قطب شاہ نے بھی پانچ چھ ہزار سوار اور کچھ پیادے روانہ کئے، سہیل خاں، اخلاص خاں آہنگ خاں، امرائے نظام شاہی بھی اسی فوج کے ساتھ ہو گئے، غرض اس طرح مل ملا کر ایک زبردست فوج تیار ہو گئی، شہزادہ مراد کو اس فوج کا جب حال معلوم ہوا تو گھبرا گیا، تمام لشکر میں ایک کھلبلی مچ گئی، آخر رائے یہ قرار پائی کہ اس فوج کے آنے سے

پہلے پہلے قلعہ لے لینا چاہئے، یوں لڑکر قلعہ میں گھس جانا تو ممکن نہ تھا، تین مہینے میں یہاں سے لیکر قلعہ کے برج تک پانچ سرنگیں کھودی گئیں، اور ان میں بارود بچھادی گئی کہ آگ لگاکر قلعہ اڑادیا جائے گا،

چاندخاتون کو ان سرنگوں کی خبر لگ گئی اس نے اسی وقت بارود نکال کر سرنگوں کو بھرنا شروع کر دیا، شہزادہ مراد کو تو اسکی جلدی تھی، کہ اس قلعہ کی فتح میرے نام لکھی جائے، خانخاناں کا اس میں ہاتھ بھی نہ لگنے پائے، دوپہر کو خانخاناں کے سوا تمام امرا اور فوج کو لیکر قلعہ کے رخ پر مستعد کھڑا ہو گیا، کہ ادھر بارود سے قلعہ اڑادیا اور ادھر پہونچا، چاندخاتون اس وقت تک دو سرنگیں بھروا چکی تھی، اور تیسری کھودی جارہی تھی، کہ شہزادہ نے سرنگوں میں آگ لگانے کا حکم دیا، اس زور کی ایک آواز ہوئی اور دھماکا ہوا کہ لوگ سمجھے کہ آسمان پھٹ پڑا یا بجلی ٹوٹ پڑی، اور قلعہ کی پچاس گز دیوار دھم سے گر پڑی، سامنے شہزادہ اپنے خونخوار راجپوتوں اور مغلوں کے ساتھ کھڑا نظر آیا، قیامت ہو گئی، لوگوں کے دل بیٹھ گئے، کام کرنے والوں نے کام چھوڑ دیا، سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، فوج کے سردار بھاگ کھڑے ہوے، غرض سارے قلعہ میں عجیب سراسیمگی اور بدحواسی پھیل گئی،

چاندخاتون کی ہمت دیکھو! اسی وقت گھوڑے پر سوار مسلح، ہاتھ میں تلوار لئے ہوے سراپردہ سے باہر نکل آئی، شہزادہ اس فکر میں تھا کہ دو باقی سرنگیں بھی اڑیں تو حملہ کیا جائے لیکن وہ سرنگیں ہوں بھی، چاندخاتون نے اتنی ہی دیر میں جلدی جلدی کر کے بیسیوں آتش بار

توپیں اس شگاف میں کھڑی کر دیں، تمام فوج کو تسکین دیکر پھر لڑنے پر آمادہ کیا، مغلوں اور راجپوتوں نے جان توڑ کر حملے کئے، شہزادہ مراد سر ٹیک ٹیک کر مارا، مگر چاند خاتون نے ایک انچ قلعہ بھی نہ دیا، اور اس ہمت اور دلیری سے فوج کو لڑاتی رہی کہ قلعہ کی خندق شام تک مغلوں اور راجپوتوں کی لاشوں سے پٹ گئی، شام کو شہزادہ ناکام پلٹا، رات بھر میں چاند خاتون نے خود مسلح کھڑی ہو کر پچاس گز قلعہ کی دیوار تین گز بلند کر دی صبح کو مراد نے دیکھا تو پھر وہی پہلی سی دیوار حائل تھی، موافق اور مخالف دونوں کے منہ سے چاند خاتون کی اس اولوالعزمی، استقلال اور بہادری پر صدائے آفریں وتحسین بلند ہو گئی، اور اسی وقت سے چاند خاتون کا لقب چاند سلطان ہو گیا،

اس ناکامیابی سے شہزادہ مراد کا دل چھوٹ گیا، امرائے اکبری میں مقابلہ کی قوت نہ رہی، ناچار صلح کرنی چاہی، اول تو چاند سلطان نے انکار کیا کہ غنیم بیدل ہو چکے ہیں تھوڑی کوشش سے ان کو ہزیمت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ لوگ قلعہ میں بند بند گھبرا گئے تھے، اسلئے چاند سلطان نے بھی آخر صلح منظور کر لی، اور حسب قرار برار کا صوبہ شاہزادہ مراد کے حوالے کر دیا[۱]،

غور کرو! کیا اس سے بھی زیادہ کسی عورت کی بہادری ہو سکتی ہے، سلطنت کی بنیاد کمزور، امرا میں نفاق اور خانہ جنگی، قلعہ میں فوج نہیں، سامان رسد نہیں، قلعہ کی دیوار شکستہ اور منہدم، پہلے سے حفاظت قلعہ کا خیال نہیں، اور پھر مقابلہ اکبر اعظم اور خانخاناں سے، ایسی حالت میں غنیم کو ہٹا کر قلعہ کو بچا لینا مسلمان عورتوں کا

---

[۱] تاریخ رشید الدین خانی صفحہ ۱۹۹،

کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے،

ہم نے اپنی یہ داستان جس سرزمین اقدس سے شروع کی تھی، آخر میں ہم پھر اسی کے ایک گوشہ میں آکر پناہ لیتے ہیں، یہ گوشۂ عرب، یمن کے نام سے مشہور ہے، پانچویں صدی ہجری کے وسط میں، یہ علاقہ خلافت عباسیہ کے احاطۂ اقتدار سے نکل کر، دولت فاطمیہ مصر کے قبضہ میں چلا گیا، اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ یمن میں ایک مقام حزار ہے وہاں مشہور قدیم تاضیوں کا خاندان تھا جو آل صلیح کے نام سے مشہور تھا، وہاں فاطمیوں کی طرف سے ایک داعی زیاد مبلغ پہونچا اس نے اس خاندان کے ایک نوجوان لڑکے میں نجابت اور اولوالعزمی کے غیر معمولی آثار دیکھکر اس کو اپنے رنگ پر لانا شروع کیا، اور اسماعیلی مذہب کی اسکو تلقین کی، اس کا نام علی بن محمد صلیحی تھا، علی نے جوان ہوکر حوصلہ مندیوں اور اولوالعزمیوں کے پرو بال پیدا کئے، علی کی ایک چچازاد بہن تھی جسکا نام اسماء تھا، یہ لڑکی حسن جمال تدبیر و دانش، علم و فضل، مردانگی و شجاعت میں بیمثال تھی، علی کی شادی اسماء سے ہوئی، قدرت الٰہی نے اس طرح گویا دو قوتوں کو باہم منضم کر کے یمن کی آئندہ قسمت کا ہیولیٰ تیار کر دیا، اور ان دونوں کی ہمتوں اور تدبیر سے پورا ملک یمن ان کے قبضۂ اختیار میں آگیا،

علی صلیحی کو دشمنوں سے جو معرکے پیش آئے اس میں اسماء اسکی دست و بازو تھی، ایک دفعہ جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ مکۂ معظمہ کی طرف کوچ کر رہی تھی کہ دفعۃً دشمنوں نے چھاپہ مارا، صلیحی کے ساتھ آدمی کم تھے، اسکو شکست ہوئی اور اسماء دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئی، اور ایک زمانے تک انکے پاس قید رہی، اور بالآخر خود اپنی ہی تدبیر و ہمت سے قید و بند کے دروازہ کو توڑ کر

باہر نکل آئی، اس نے سخت چوکی پہرے کے باوجود روٹی کے اندر ایک خط رکھکر قاصد کو جو ایک سائل کی صورت میں تھا، اپنے بیٹے کے پاس روانہ کیا، وہ ایک فوج گران لیکر موقع پر آپہونچا، اور اسماء آزاد تھی، جبتک زندہ رہی یمن کی ملکہ وہی تھی، ۴۹۷ھ میں اس نے وفات پائی ۔

اسماء کے آغوش تربیت میں دو اور بہادر خاتونان اسلام پلکر جوان ہوئیں، ایک اسکی لڑکی **فاطمہ** اور دوسری اسکی بہو **سیدہ**، فاطمہ نے تو اپنے شوہر کی قید سے جس نے دوسری شادی کرلی تھی، مردانہ وار گلوخلاصی حاصل کی، چپکے سے اپنی ماں کو پیغام بھیجا، اور وہاں سے فوج منگوا کر مردانہ بھیس بدل کر چل کھڑی ہوئی

سیدہ اپنی ساس اسماء کی وفات کے بعد یمن کی ملکہ ہوئی، اسکا شوہر مکرم عیاش اور راحت طلب تھا، سیدہ نے سلطنت کے بار کو نہایت عمدگی سے اٹھایا، بہت سی عمارتیں بنوائیں، شہر آباد کئے، فوج کشیاں کیں، دشمنوں کو تلواروں اور تدبیروں دونوں سے زیر کیا، دولت فاطمیہ کی طرف سے جو مراسلے آتے تھے ان میں اس کیلئے بڑے بڑے القاب شاہی استعمال کئے جاتے تھے[1]

ابھی ہم کو بیسیوں اسلامی ممالک اور سینکڑوں اسلامی شاہی خاندانوں کے اوراق تاریخی الٹنے باقی ہیں، ایران و ترکستان و روم و افریقیہ و مراکش و اندلس کے حالات مطلق اس مختصر سلسلۂ مضمون میں نہیں آئے، حالانکہ ان ملکوں اور خاندانوں میں **بہادر خواتین اسلام** کی کمی نہیں، لیکن افسوس کہ دوسرے

[1] یمن کے یہ تمام واقعات، تاریخ عمارۂ یمنی، مطبوعہ انڈیا آفس لندن میں مذکور ہیں،

ضروری کاموں کی مصروفیت مزید تفصیل کی اجازت نہیں دیتی، مگر جاتے جاتے ہم خواتین اسلام کی ایک اور شجاعت و بہادری کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو اس جسمانی شجاعت و بہادری سے بدرجہا بلند و برتر ہے، اس سے مراد ان کی اخلاقی و روحانی شجاعت و جرأت ہے،

آغاز اسلام میں متعدد مسلمان خواتین نے اپنے دین و ایمان کی خاطر سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں مگر کبھی قبلۂ حق سے روگردانی نہیں کی، سمیہ حضرت عمار بن یاسرؓ مشہور صحابی کی والدہ تھیں، ان کو ابوجہل نے اسلام لانے کے جرم میں ایسی برچھی ماری کہ وہ جاں بر نہ ہو سکیں،

[ام فکیہہ ایک صحابیہ تھیں، حضرت عمرؓ اپنے اسلام سے پہلے انکو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ "میں نے رحم کھا کر تجھ کو نہیں چھوڑا ہے، بلکہ اسلئے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں" وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ "اگر تم مسلمان نہ ہوگے تو خدا تم سے ان برچھیوں کا انتقام لیگا"] زنیرہ ایک اور صحابیہ تھیں، وہ بھی اسلام کی راہ میں بیحد ستائی گئیں، ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ انکی آنکھیں جاتی رہیں، نہدیہ اور ام عبیس یہ دونوں بھی صحابیہ ہیں، یہ بھی اسلام لانیکے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں[1]،

[حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب بنو امیہ کے مقابلہ میں حجاز میں اپنی خلافت قائم کی، اور حجاج نے ان پر بڑے سروسامان سے فوج کشی کی، تو ان کے رفقاء نے ان سے علیحدہ ہونا شروع کر دیا، مخلصوں کی ایک بہت چھوٹی سی

---

[1] یہ تمام واقعات سیرؐ کی کتابوں میں مذکور ہیں،

جماعت ان کے ساتھ رہ گئی، اس وقت حضرت ابن زبیرؓ گھبرا کر اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے پاس گئے، اور اجازت طلب کی کہ اگر مناسب ہو تو "میں حجاج سے صلح کر لوں" بہادر ماں نے جواب دیا "فرزند من! اگر تم باطل پر ہو تو آج سے بہت پہلے تم کو صلح کر لینی چاہیئے تھی، اور اگر حق پر ہو تو رفقاء کی کمی سے دل برداشتہ نہ ہو، حق کی رفاقت خود کیا کم نصرت ہے" ابن زبیرؓ ماں کے پاس سے واپس آئے اور تمام ہتھیار سجا کر ماں سے رخصت ہونے آئے، ماں نے سینہ سے لگایا تو جسم بہت سخت نظر آیا، پوچھا کہ کیا واقعہ ہے؟ فرمایا، میں نے دوہری زرہ پہن لی ہے، بولیں یہ شہدائے حق کا شیوہ نہیں، ابن زبیرؓ نے زرہ اتار ڈالی، پھر کہا مجھے ڈر ہے کہ دشمن میری لاش کے ٹکڑے نہ کریں، ماں نے جواب دیا، بیٹا! جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اس کو کھال کھینچنے کی تکلیف نہیں ہوتی" اور اس طرح ماں نے بیٹے کو مقتل میں بھیجا، اور حق و صداقت کی قربانگاہ پر اپنے دلبند کو نثار کر دیا،

حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج نے ان کی لاش کو برسر راہ سولی پر لٹکا دیا، کچھ دنوں کے بعد حضرت اسماءؓ کا جب اُدھر سے گذر ہوا، تو بیٹے کی لاش سولی پر لٹکی نظر آئی، کون ایسی ماں ہو گی جو اس منظر کو دیکھ کر تڑپ نہ جائے، لیکن وہ نہایت بے پروائی کیساتھ ادھر سے گذر گئیں، اور لٹکی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کر کے یہ بلیغ فقرہ کہا،[1]

"کیا ابتک یہ سوار اپنے گھوڑے سے اترا نہیں"

[1] طبری،

اس روحانی شجاعت، اخلاقی جرأت اور بے مثال صبر و استقلال کا نمونہ کہاں نظر آسکتا ہے؟

ناظرین سے رخصت ہوکے اس منظر کو ان کے سامنے کستے جاتے ہیں، [جب غرناطہ کا آخری سلطان ابو عبداللہ اپنے آخری قلعہ کی کنجیاں عیسائی فاتحوں کے سپرد کر رہا ہے، اور اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اس سرزمین پر جہاں مسلمانوں نے ۸۰۰ برس حکومت کی، آخری نظر ڈالتے ہوئے" آنسوؤں کے تار اسکی دونوں آنکھوں سے جاری ہوجاتے ہیں، اس وقت سلطان کی والدہ عائشہ آگے بڑھ کر کہتی ہیں کہ "فرزند من! جس چیز کو تم مرد بنکر نہ بچا سکے اب اسکے لئے عورتوں کی طرح خوب[1] رولو"، اس ایک فقرہ میں استقلال و جرأت کی کتنی روح بھری ہے،]

[یہ گذشتہ بہادر خواتین اسلام کے کارناموں کا ایک دھندلا سا خاکہ تھا، اب سوال یہ ہے کہ موجودہ خواتین اسلام آئندہ کی تاریخ اسلام کے لئے کیا کارنامہ دنیا میں چھوڑ جانا چاہتی ہیں؟]

سید سلیمان ندوی

---

[1] لین پول کی "مسلمانان اندلس"

عثمانیہ بیت الاشاعت

حیدرآباد دکن